تو اس جنازے کی نماز میں شریک نہ ہوتے تھے، ایک دفعہ حضرت عمر نے ایک خاص عالم کیف میں ساتھیوں سے فرمایا کسی چیز کی تمنا کرو، ساتھیوں نے ایسے گھر کی تمنا کی جو سونے چاندی اور جواہرات سے بھرا ہوا ہو اور وہ اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کریں، عمر فاروق نے والہانہ انداز میں فرمایا لیکن میں ابوعبیدہ، معاذ بن جبل اور حذیفہ بن الیمان جیسے انسانوں کی آرزو اور تمنا کرتا ہوں کہ ان کو خدمتِ خلق کے لیے ذمہ دارانہ عہدوں پر مقرر کروں اور وہ احکام خداوندی کی اطاعت بجالائیں۔ اس کیف آور گفتگو کے بعد خلیفۂ امت نے حضرت ابوعبیدہ کے پاس کچھ مال بھیجا اور کہا دیکھو یہ اس مال کا کیا کرتے ہیں، ابوعبیدہ نے وہ مال ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا، اسی طرح حضرت حذیفہ کے پاس ایک رقم بھیجی اور کہا دیکھو وہ اس رقم کو کس مصرف میں لاتے ہیں، حذیفہ نے ساری رقم حاجت مندوں کو دے دی، اب حضرت عمر کو یہ کہنے کا موقع ملا "سوچو میں نے تم سے کیا کہا تھا"۔ نہاوند کے مشہور و معروف معرکے میں حضرت نعمان بن مقرن کی شہادت کے بعد امیر الجیش حذیفہ ہی بنائے گئے اور ہمدان، رَے اور دینور انہی کے ہات پر فتح ہوئے، فاروق اعظم نے اپنے زمانۂ خلافت میں حضورؐ کے اسی ہمراز خادم کو مدائن کا عامل بنا کر بھیجا تھا، حذیفہ مدائن پہونچے تو شہر کے عوام نے ان کا پرجوش استقبال کیا اور خلیفہ کی ہدایت کے مطابق ان سے دریافت کیا "جس چیز کی ضرورت ہو بتائیے" مدائن کے اس افسرِ اعلیٰ نے کہا "مجھے صرف معمولی کھانے اور اپنے گدھے (سواری) کے لیے گھاس کی ضرورت ہے، جب تک تمہاری خدمت کے لیے یہاں ہوں میری ضرورت صرف یہی ہے، ایک زمانے کے بعد امیر المومنین نے ان کو بلا بھیجا، حذیفہ مدینہ کے لیے روانہ ہوئے اور امیر المومنین کو ان کی آمد کی خبر ہوئی تو راستے میں کہیں چھپ کر بیٹھ گئے، "عاملِ مدائن کو جب اسی حالت میں دیکھا جس حالت میں عامل مقرر کرتے وقت اپنے سے جدا کیا تھا تو بے اختیار ان کو لپٹ گئے اور کہا "انت اخی وانا اخوک"۔

ذکر سلمان پاک اور ان دو بلند پایہ اصحاب رسول اللہ کے مزارات پر حاضری کا چل رہا تھا، اسی خطے میں بعض تابعین اور اور اہل بیت کرام کے مزارات بھی ہیں، ان مزارات پر بھی فاتحہ پڑھی اور تھوڑی

دیر مسجد کے امام صاحب کے پاس بیٹھے، امام صاحب سنجیدہ اور باوقار عالم دین ہیں، ان سے باتیں کرنے کو جی چاہتا تھا لیکن اندھیرا ہوگیا تھا اور ہمارے گائڈ اور لائق انجینیر شیخ محمد شامل اور ہندوستانی سفارت خانے کے ٹرانسلیٹر مولوی عبدالودود صاحب اعظمی کا اصرار تھا کہ جلد آگے بڑھیں، مولوی عبدالودود صاحب فاضل دیوبند بھی ہیں اور عربی ایم اے بھی، نہایت ذہین اور تیز نوجوان ہیں اور مجھ سے مخلصانہ علاقہ رکھتے ہیں، پہلے دہلی میں وزارتِ خارجہ کے دفتر میں تھے، پھر سعودی عرب کے ہندوستانی سفارت خانے میں رہے، ان دنوں عراق کے ہندوستانی سفارت خانے میں ہیں اور انگریزی سے عربی میں اور عربی سے انگریزی میں ٹرانسلیشن کا کام کرتے ہیں، اسی کے ساتھ اور بھی بہت سے کام انجام دیتے ہیں، ان کا شمار سفارت خانے کے لائق اور مقبول کارکنوں میں ہوتا ہے، قیام بغداد کے دنوں میں برابر میرے پاس آتے رہے اور ان سے اور ان کے ایک غیر مسلم ساتھی سے جو نینی تال کے علاقے کے ہیں (افسوس ہے ان کا نام اس وقت حافظے میں نہیں ہے) بہت سے کاموں میں مدد ملی ۔ ہمارے آج کے پروگرام میں "طاقِ کسریٰ" کا معائنہ بھی شامل تھا، شیخ محمد شامل نے بتایا کہ "طاق" یہیں سامنے ہے، اگرچہ رات ہوگئی تھی لیکن اس غیر معمولی تاریخی عمارت اور اس کے کھنڈروں کا دیکھنا بھی ضروری تھا، ہم لوگ مسجد کے احاطے سے باہر آکر موٹر پر سوار ہی ہوئے تھے کہ "طاقِ کسریٰ" کے نیچے پہونچ گئے، اس پر ہیبت اور عظیم الشان اجڑی ہوئی محراب کا نظارہ جس سمت سے زیادہ صاف اور کھلا ہوا ہو سکتا تھا اندھیرے کی وجہ سے ہم وہاں نہیں گئے اور جا کر بھی کیا کرتے کہ مقصد نظارہ نہیں، عبرت پذیری تھا اور اس کے لیے کہیں جانے کی ضرورت نہیں تھی، میرے سامنے اس وقت جغرافیہ کی کوئی کتاب نہیں ہے اور سچی بات یہ ہے کہ کسی کتاب کے مطالعہ کی فرصت بھی نہیں ہے ورنہ فتوح البلدان بلاذری کا اور معجم البلدان یاقوت حموی کا مطالعہ کرتا اور اس محل کے کھنڈروں کے دروبست کی نشان دہی کرتا، یہ بظاہر اس قصرِ ابیض کی محراب کا ایک ٹکڑا ہے جس کے مفتوح ہونے کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی، ہم اس ٹوٹی ہوئی محراب کی بلندی اور قدامت کو دیکھکر اوراقِ ماضی میں گم ہوگئے اور مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کا نقشہ سامنے آگیا ۔ ابھی لوٹ ہی رہے تھے کہ شیخ محمد شامل نے بتایا ۔ یہاں

سے چالیس، پچاس کیلومیٹر کی مسافت پر دریائے دجلہ کا وہ حصہ بھی ہے جس میں زبردست طغیانی کے باوجود حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑ اسوار لشکر کو دریا پار کرنے کا حکم دیا تھا شیخ شامل کا یہ کہنا تھا کہ میرے سامنے تاریخ عالم کے اس لاثانی واقعہ کی پوری تفصیل آگئی اور کچھ دیر تک ہم سب اس واقعہ کا تذکرہ کرتے رہے، رات کا وقت نہ ہوتا اور پروگرام کی بندش نہ ہوتی تو دجلہ کے اس مقدس کنارے کو ضرور دیکھنے جاتے لیکن ہمیں تو ابھی بغداد واپس ہونا تھا اور صبح کے دوسرے طے شدہ پروگرام تھے، اب جب کہ ہمارے گائڈ نے یہ واقعہ یاد ہی دلادیا ہے تو آپ بھی اس کا ضروری خلاصہ سنتے جائیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص عراق فتح کرکے قادسیہ کے زبردست معرکے سے فارغ ہو چکے تو فارس کے دارالحکومت مدائن کا قصد کیا، دجلہ کی مشرقی جانب میں مدائن واقع تھا جس کو مدائن قصویٰ بھی کہتے تھے اور غربی جانب میں بھرسیر تھا جس کو مدائن دنیا کہتے تھے۔ قصویٰ کے معنیٰ بعید اور دنیا کے معنی قریب کے ہیں، مسلمان دریائے دجلہ کی غربی جانب سے آرہے تھے اس لیے پہلے ان کے راستے میں بھرسیر آتا تھا اور اسی وجہ سے اس کو مدائن دنیا کا لقب دیا، مدائن دوسرے کنارے پر تھا اس لیے اس کو مدائن قصویٰ کا نام دیا گیا۔ حضرت سعد دجلہ کی جانب غرب کو فتح کرتے ہوئے بھرسیر تک پہونچ گئے اور دریا کی غربی جانب میں سرزمین عرب تک جتنا فارس کا ملک تھا مسلمانوں کے قبضے اور اطاعت میں آگیا تھا صرف خاص بھرسیر باقی رہ گیا تھا جس کا محاصرہ دو مہینے تک جاری رہا، محصورین نے پریشان ہوکر حضرت سعد کی خدمت میں پیغامِ صلح بھیجا۔ آخرکار بھرسیر کا گورنر شہر کے باشندوں اور لشکر کو لے کر مدائن چلا گیا، اب مدائن کی مہم سامنے تھی، اہل فارس نے دجلہ کے ساحل سے تمام کشتیاں ہٹالی تھیں اور دریا پار کرنے کی کوئی صورت نہ رہی، بارش کی کثرت سے عام طور پر دریاؤں میں طغیانی زیادہ تھی، حضرت سعدؓ اسی تردد میں تھے کہ دجلہ کی طغیانی اور بڑھ گئی اور اس کے پھیلاؤ کی انتہا نہ رہی، مسلمان یہ حالت دیکھ کر حیران و پریشان تھے کہ حضرت سعدؓ کو خواب میں دکھایا گیا "مسلمان دجلہ میں داخل ہو گئے ہیں"، خواب نے آپ کو ادھر متوجہ کر دیا اور آپ نے لشکر کے سامنے یہ تقریر کی، دشمن نے دریا کی طغیانی میں پناہ لے رکھی ہے، تم اس پر حملہ نہیں کر سکتے، وہ جب چاہے حملہ کر سکتا ہے، میری رائے یہ ہے اس سے پہلے کہ دنیا تم پر غالب آئے

اور اس میں ملوث ہونے سے تمہارے حالات تبدیل ہوجائیں اور صدق و اخلاص کی یہ شان باقی نہ رہے
اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کچھ کر جاؤ، میں نے تو فیصلہ کر لیا ہے کہ گھوڑوں کو دریا میں ڈال دوں
اور اسی حالت میں دریا کو پار کروں، آپ کا یہ تمام کا تمام لشکر سواروں کا تھا اس میں پیادے نہیں
تھے، سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ ہم دل وجان سے حاضر ہیں اور آپ کے حکم کے تابع ہیں،
اللہ تعالیٰ آپ کے ارادے میں برکت عطا فرمائے، آپ نے حکم دیا کہ پہلے کچھ سوار آگے بڑھ کر
پرلے کنارے پر قبضہ کر لیں، عاصم بن عمر اور ذو البأس چھ سو سواروں کو لے کر دریا میں کود گئے
اور معمولی مزاحمت کے بعد کنارے پر قبضہ ہو گیا، اس کے بعد حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ پورا لشکر
دریا میں داخل ہو جائے اور یہ کلمات وردِ زبان رکھے "نستعین باللہ و نتوکل علیہ حسبنا
اللہ ونعم الوکیل، واللہ لینصرن اللہ ولیہ ولیظھرن دینہ ولیھزمن عدوہ ولا قوۃ
الا باللہ العلی العظیم" دریا عبور کرتے وقت لشکر کی ترتیب اس طرح رکھی گئی تھی کہ دو دو شخص باہم
ملے ہوئے اور باتیں کرتے ہوئے جائیں، حضرت سعدؓ کے رفیق حضرت سلمان فارسیؓ تھے، حضرت
سعد بار بار ان کلمات کو دہرا رہے تھے، حضرت سلمان نے فرمایا اسلامی لشکر جس طرح داخل ہوا ہے
اُسی طرح پار ہوگا، طبری اور ابن الاثیر کے بیان کے مطابق ساٹھ ہزار شہسواروں کی یہ فوج تیز و تند
دریا میں پھیلی ہوئی تھی اور ساتھی ایک دوسرے سے اس طرح باتیں کرتے جا تے تھے گویا باغ کی
روشوں پر چہل قدمی کر رہے ہیں، تاریخ گواہ ہے کہ ان لشکریوں میں کوئی شخص غرق ہوا، نہ کسی کی
کوئی چیز ضائع ہوئی، صرف ایک شخص جن کا نام عرقدہ تھا گھوڑے سے پانی میں گرے، ان کے ساتھی
قعقاع نے انھیں فوراً نکال لیا، دریا کو ایسی طغیانی کی حالت میں ہزاروں سواروں کا اس طرح اطمینان
وسکون سے باتیں کرتے ہوئے پار کر لینا ایک عجیب وغریب بات تھی، گھوڑے اگرچہ دریا میں تیر سکتے
ہیں مگر اتنے گہرے اور وسیع و عریض دریا کو جس میں عام حالات میں بھی جہاز چلتے ہوں جوش و
طغیانی کی حالت میں پار کرنا گھوڑوں کی طاقت سے باہر اور عام عادت کے خلاف تھا، اسی وجہ سے
اہل مدائن نے اس حد درجہ غیر معمولی حالت کو دیکھا تو شہر خالی کر کے چلے گئے۔ ایک عرب شاعر نے تائید غیبی

نے اس عجیب واقعہ کو اس طرح ادا کیا ہے

واملنا علی المدائن خیلاً بحرھا من برھن اریضاً

یعنی ہم نے اپنے گھوڑوں کو مدائن پر جھکا دیا کہ مدائن کا دریا ان کے لیے

میدان کی طرح سیر و تفریح کی جگہ ہو گئی تھی۔

نہروان کے پل پر چند لوگوں کو دیکھا گیا کہ ایک خچر کو جس پر دو صندوق لدے ہوئے تھے تیزی کے ساتھ ہانکتے ہوئے لے جا رہے تھے، اس خچر کو پکڑ لیا گیا، ان صندوقوں میں دوسرے قیمتی سامان کے علاوہ "کسریٰ" کا نہایت قیمتی اور مرصع و مطلیٰ تاج بھی تھا جو کسی بڑے دربار کے موقع پر زیب سر کیا جاتا تھا اس ولولہ انگیز تاریخی واقعہ کے بہت سے گوشے تفصیلی بیان کے محتاج ہیں جن کو ہم یہاں نظر انداز کر رہے ہیں اور آگے بڑھنا چاہتے ہیں، "طاقِ کسریٰ" کے عبرت انگیز اور سبق آموز مشاہدے کے بعد واپسی میں ہوائی گھر کی تفریح کا لطف اٹھایا اور بغداد واپس آ گئے، ہوٹل پہونچ کر عشاء کی نماز پڑھی اور سو گئے، دوشنبہ ۱۷ فروری کا پروگرام نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ کا تھا، نجف میں بہت بڑا دار العلوم ہے، جہاں سیکڑوں طلبہ تعلیم پاتے ہیں ان میں اچھی خاصی تعداد ہندوستانیوں کی بھی ہے، موتمر کا باقاعدہ اجتماع آج "قاعۃ النعمان" کے بجائے نجف کے اسی دار العلوم کے وسیع ہال میں تھا، پروگرام کے مطابق تمام ارکان وفد ۸ ½ بجے "قاعۃ النعمان" پہونچ گئے اور ۹ بجے نجف کے لیے روانہ ہو گئے، بغداد سے نجف کی مسافت کم و بیش ایک سو پچاس کیلو میٹر ہے، نئی اور اعلیٰ درجے کی بسوں میں یہ فاصلہ دو گھنٹے میں طے ہو گیا، چھپے ہوئے طے شدہ پروگرام میں اگرچہ "جامع کوفہ" کی زیارت کا نام نہیں تھا لیکن چند منٹ کے لیے یہاں بھی حاضری ضروری تھی، بغداد اور کوفہ کے درمیان "بابل" کے کھنڈر بھی آئے جن کے آس پاس سے ہماری سواریاں گذرتی ہوئی چلی گئیں، جیسے ہی کہا گیا "ہم اب بابل کے کھنڈروں کے قریب سے گذر رہے ہیں چند لمحوں کے لئے سب اسی طرف متوجہ ہو گئے مگر وقت کی تنگی کی وجہ سے گاڑیوں ٹھہرایا نہیں گیا اور ٹھہر کر دیکھنے بھی کیا، یہ قدرتی بات ہے کہ دنیا کے اس قدیم ترین تاریخی شہر کا نام سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ولولۂ توحید اور

نمرود کے غرورِ الوہیت کی باتیں یاد آگئیں، اور میں غور کرتا رہا کہ سائنس کی ترقی دو قدم اور آگے بڑھ گئی تو فضا ابراہیمؑ و نمرود کے مکالمے کو کس طرح روئے زمین پر پھیلائے گی، آج کا پروگرام نہایت معروف تھا، نجف کے "دار العلوم الاسلامیہ" میں ۱۰ بجے سے اجلاس کی کارروائی شروع ہونے والی تھی — مگر ہمیں راستے ہی میں گیارہ بج گئے تھے، اسی ہماہمی میں کوفہ کی شہرۂ آفاق مسجد "جامع کوفہ" پہونچے، اس طرح کے غیر معمولی تاریخی مقامات و آثار دیکھ کر جذبات کی ایک عجیب کیفیت ہوجاتی ہے، ہماری بھی ہوئی، لیکن ابھی صحنِ مسجد کا فاصلہ طے کرکے محراب علی تک پہونچے ہی تھے کہ واپسی کا تقاضا شروع ہوگیا، "جامع کوفہ" کی حاضری قلتِ وقت کی وجہ سے باقاعدہ پروگرام میں شامل نہیں تھی پھر بھی روا روی میں اسکے لیے چند منٹ نکال لیے گئے، پروگرام پر اپنا اختیار ہوتا تو کم سے کم ایک روز یہاں کے لئے رکھا جاتا، مگر ایک روز چھوڑ ایک گھنٹے کا بھی موقع نہیں تھا، "محراب علی" کے قریب تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھیں اور بھاگتے دوڑتے حضرت مسلم بن عقیل کے مزار تک پہونچے، مزار کا قبہ شاندار ہے اور دالان وغیرہ بھی وسیع ہیں، یہ عمارت "جامع کوفہ" کے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے، اُس وقت عجیب حالت ہو رہی تھی، دل کا تقاضا تھا کہ ان کے مزار کے قریب بیٹھ کر ان کی فداکاری کی یاد تازہ کریں لیکن وہاں تو فاتحہ پڑھنا ہی دشوار ہو رہا تھا، چلیے، چلیے، گاڑیاں روانہ ہو رہی ہیں، اس مفہوم کے عربی فقرے ہر طرف سے سننے میں آرہے تھے، "جامع کوفہ" کے صحن کے وسط میں حوض اور تہ خانے کے طرز کی ایک عمارت ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ کشتیٔ نوح کی تیاری کی اصل جگہ یہی ہے، سیر کرانے والوں سے میں کچھ دریافت بھی کرتا رہا لیکن اس افراتفری میں ٹھکانے سے کوئی جواب دینے والا بھی نہیں تھا، حالانکہ یہ باتیں اطمینان سے سمجھنے کی ہوتی ہیں، اس شہرت کی تاریخی حیثیت کیا ہے کشتیٔ نوح کے متعلق جدید تحقیقات کیا ہیں، یہ اور اسی طرح کے بہت سے سوالات تھے جن پر غور کرنے کی ضرورت تھی مگر بارآلوں کی فضا میں ان چیزوں پر کون غور کرتا ہے۔ مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوا کہ چند لمحوں ہی کے لیے سہی اس مسجد پر نظر تو پڑگئی جس کی رگ رگ میں انقلاباتِ زمانہ

کی عجوبہ کاریاں سموئی ہوئی ہیں، — مسجد کے دروازے کے بالکل سامنے ہانی بن عروہ مذحجی کی قبر تھی اس پر بھی فاتحہ پڑھی، مسلم بن عقیل کو پناہ دینے والے بہادر اور جاں باز ہانی، ابن زیاد کے ہاتوں ان کا سفاکانہ قتل، امام حسین رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کی دردناک شہادت، سب ہی ایسے واقعات تھے جن کی یاد آرہی تھی مگر ہمیں تو جلد سے جلد نجف پہونچنا تھا، جامع کوفہ میں پیش آنے والے بے شمار تاریخی واقعات لوحِ حافظہ میں ابھر رہے تھے جو ابھر کر ہی رہ گئے اور گاڑیاں نجف کے لیے روانہ ہوگئیں، کوفہ اور نجف کا فاصلہ مشکل سے چند کیلومیٹر ہوگا، بلکہ شاید درمیان میں صرف ایک طویل وعریض قبرستان ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا قبرستان ہے، بسیں چلی ہی تھیں کہ نجف کی آبادی آگئی۔

(باقی)

فہم قرآن

مولفہ: مولانا سعید احمد اکبر آبادی ایم اے

قرآن مجید کے آسان ہونے کے کیا معنی ہیں؟ اور قرآن پاک کا صحیح منشار معلوم کرنے کے لئے شارع علیہ السلام کے اقوال و افعال کا معلوم کرنا کیوں ضروری ہے؟ احادیث کی تدوین کس طرح ہوئی؟ کثرت سے روایت کرنے والے صحابہ مثلاً حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے سوانح حیات اور محدثین کرام کی بے لوث خدمات علم و مذہب کو بھی فکرانگیز پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔

صفحات ۲۰۰ قیمت ۸-۷۵

ندوۃ المصنفین، اردو بازار، جامع مسجد دہلی ۶